ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.2 (2025)
(April to June)

صوابی میں اُردو زبان و اَدب کی روایت: ایک اجمالی جائزہ

The Urdu Language and literature Tradition in Swabi: A Brief Overview

راشد خان

پی ایچ۔ڈی سکالر شعبہ اُردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

ڈاکٹر غنچہ بیگم

ایسوسی ایٹ پروفیسر / صدر شعبہ اُردو، سرحد آف یونیورسٹی سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

ڈاکٹر محمد امتیاز

ایسوسی ایٹ پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج آف منیجمنٹ سائنسز جلوزئی، نوشہرہ

Rashid Khan
Ph.D Scholar, Urdu Department, Sarhad University of Science and Information Technology Peshawar
Dr. Ghuncha Begum
Head of Urdu Department, Sarhad University of Science and Information Technology Peshawar
Dr. Muhammad Imtiaz
Associate Professor, Govt. College of Management Sciences Nowshera-I

Abstract:
The role of every region is vital in the advancement, promotion and development of Urdu litterateurs (writers) of each area have, to the best of their ability, mad this language their medium of expression and presented their creations within it. These very poets and litterateurs, while writing in their regional and mother tongues, also take refuge in the national language to convoy their voice, thought, ideas and opinions to every corner of the country. The continuous and widespread tradition extends from Gwadar to Karachi, from Karachi to Lahore, and from Lahore to Khyber. Within this vast chain is included Swabi, a fertile district of Khyber Pakhtunkhwa, where an extensive treasure trove of urdu language and literature exists. This repository contains all genres of poetry and prose, which have already earned high praise and appreciation from literary readers and art critics alike.

Keywords: promotion, development, Poetry, widespread tradition, Notation, History, Complaint, Romantic, literary readers

اُردو زبان ہندوستان کے مسلمانوں بالخصوص پاکستانی قوم کے شخصی وقار کی مظہر اور ان کی ثقافت کی امین ہے۔ اس لیے اس زبان کی اہمیت سے انکار ناگزیر ہے۔ اردو زبان و ادب کے فروغ اور ترقی و ترویج میں پاکستان کے ہر خطے اور ہر علاقے کے لکھنے والوں نے تخلیقی اور تصنیفی شکل میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ اور تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔ پاکستان کے کونے کونے میں اردو لکھنے، بولنے

، پڑھنے اور سمجھنے والے موجود ہیں۔ جہاں تک لکھنے والوں کی بات ہے تو ہر لکھاری نے اپنے علاقائی اور مادری زبان کے علاوہ قومی زبان میں بھی اپنی تخلیقات شائع کرتے ہوئے اردو ادب کو پروان چڑھانے میں پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ اگر کوئی شاعر یا ادیب صرف اپنی مادری یا علاقائی زبان میں کچھ لکھے تو وہ صرف اپنے علاقے یا زبان تک محدود رہے گا لہذا خود کا عوام الناس سے اپنا رشتہ مضبوط کرنے کے لیے اردو زبان کا سہارا ضروری ہے۔ اگر پشتو زبان کے ادب پر نظر ڈالی جائے تو پشتو ادب میں چار بڑے شاعر (غنی خان، حمزہ شنواری، خوشحال خان خٹک اور رحمان بابا) گزرے ہیں۔ جنھیں پشتو ادب کے ستون کہلاتے ہیں۔ لیکن ان تمام شعرا کی تخلیقات کا دائرہ صرف ایک پشتو زبان وادب تک محدود رہا ہے اور کی شہرت ایک زبان اور ایک قوم تک محدود ہے اس لیے ان شعرا کو پشتون لوگوں کے علاوہ بہت کم لوگ جانتے ہیں۔۔ لہذا اپنے جذبات، احساسات، تجربات، مشاہدات اور خیالات ملک کے طول و عرض تک پہنچانے کا وسیع اور موثر اظہار اردو زبان ہی ہے۔

جیسے کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ اردو زبان کو ترقی دینے اور پروان چڑھانے میں ہر علاقے اور ہر خطے کے لکھاریوں نے اپنا حصہ ڈالا ہے۔ ان میں ایک اہم نام خطہ خیبر پختونخوا بھی ہے جس کے لکھاری ملک کے ہر گوشے اور ہر علاقے میں اردو ادب کے چاہنے والوں تک اپنے تاثرات تخلیقات کی صورت میں مختلف اصناف کے ذریعے پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی خطے کی ایک شاخ صوابی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جو اپنی قدامت، تاریخی حیثیت اور مخصوص روایات کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہے جن میں ہندکو اور گجری کو ثانویں جبکہ پشتو کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جو یہاں ۸۰ فیصد لوگوں کی مادری زبان ہے۔ یہاں کی علاقائی اور مادری زبانوں میں بیش بہا اور قیمتی شعری و نثری سرمایہ موجود ہے۔ تاہم جہاں تک اردو کی بات ہے تو یہ خطہ اس کی ترویج و ترقی اپنی مقدور بھر کوشش میں مصروف ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ایسے چند اہم ادیبوں کی ادبی خدمات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے جن کا تعلق ضلع صوابی سے ہے۔

ابھی تحقیق کے مطابق واجد شاہ آزاد ضلع صوابی میں اردو کے پہلے شاعر قرار دیئے جاتے ہیں۔ وہ ۱۹۲۹ء میں صوابی کے ایک گاوں "مانکی" میں پیدا ہوئے جبکہ ۲۰۱۴ء کو انتقال کر گئے۔ آزاد نے اردو کو مختصر سرمایہ "رزم تنہائی" کے نام سے دیا ہے۔ ان کی عمر کا آخری حصہ شدید تنہائی میں گزرا تھا اس لیے انھوں نے اپنی شعری مجموعے کا نام "رزم تنہائی" رکھا۔ ان کی شاعری میں ہجر اور جدائی کا تذکرہ وصل کے مقابلے میں زیادہ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی شاعری میں رومانوی عناصر بھی موجود ہیں۔ وہ ماضی سے محبت کرنے والا شاعر ہے یہ بات درست بھی ہے کہ رومانوی لوگ ماضی پرست ہوتے ہے۔ واجد شاہ بھی اپنے گزرے ہوئے وقت کو شدت سے یاد کرتے ہوئے شعر کہتے ہیں اور تنہائی کے عذاب پر کئی سوالات اٹھاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

گزرے ہوئے لمحات کو ہم یاد کریں گے
ماضی میں رہ کے حال کو برباد کریں گے(۱)

آزاد کی شاعری میں نہ صرف ماضی سے شکوہ ہے بلکہ وہ حال کے مصیبتوں، تکلیفوں اور پریشانیوں سے بھی تنگ آگئے ہیں ۔ان کی شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زندگی نہ ماضی میں اچھی تھی اور نہ ہی حال بہتر ہے۔ وہ ماضی اور حال دونوں کو ایک عذاب سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یاد ماضی کو بھول جاتا ہوں
غمِ دوراں میں کچھ کمی تو نہیں (۲)

الغرض واجد شاعری آزاد کی شاعری میں دنیا کی بے ثباتی کے علاوہ حال اور ماضی کی بازگشت بھی سنائی دیتی ہے ۔ماسٹر شیر افضل افضل کا شمار بھی صوابی کے اچھے شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو یعقوبی گاوں (صوابی) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ۱۹۵۳ء میں محکمہ تعلیم سے کیا اور ۱۹۹۳ء میں پرنسپل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ شیر افضل افضل کا صرف ایک ہی مجموعہ ہائے کلام ۲۰۰۵ء میں منظر عام پر آیا ہے۔ جس کو انھوں نے سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس مجموعے کا نام پشتو زبان سے لیا گیا ہے جس کا نام "سادہ بادہ وینا" (صاف صاف باتیں) ہے۔ اس مجموعے میں زیادہ تر کلام پشتو کا ہے جبکہ ایک حصہ اردو کے لیے وقف کیا ہے۔ شیر افضل افضل بنیادی طور پر پشتو کے شاعر ہیں لیکن ساتھ ساتھ وہ اردو کی بھی شاعری کرتے رہے اس لیے وہ اپنی شاعری میں جگہ جگہ پشتو زبان کے الفاظ کو نہایت ہی مہارت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ وہ پشتو زبان کے الفاظ کی ملاپ سے بڑی خوبصورتی کے ساتھ طنز و مزاح کا ایک حسین امتزاج پیدا کرتے ہیں۔ طنز و مزاح کے علاوہ ان کی شاعری میں سنجیدگی اور رومانوی عناصر بھی ملتے ہیں۔ بطور نمونہ یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

میرے　ہزار　شکوے　تیرا　ایک　تبسم
یہ　مختصر　جواب　بہت　لاجواب　ہے(۳)

الغرض شیر افضل افضل کی شاعری میں رومانیت، طنز و مزاح اور عصری شعور و آگہی کے عناصر ملتے ہیں۔ جو انھیں صوابی کے اہم شعرا میں شامل کرتے ہیں ۔ شیر افضل افضل نے صوابی کی روایت کو آگے بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ خطہ صوابی میں جن لوگوں نے اردو ادب کو فروغ دیا ان میں ایک نام عبدالرحمان کاشف کا بھی ہے ۔ عبدالرحمان کاشف ۱۹۴۸ء کو صوابی کے علاقے گدون گاوں بیسک میں پیدا ہوئے اور آج کل راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری کا آغاز غزل سے کیا تاہم بعد میں وہ نظمیں کہنے لگے ۔ نظم میں ان کا پسندیدہ صنف حمد و نعت رہا ہے ان کے تاحال تین شعری مجموعے چشم ویراں، ثنائیں تمام تیری، اور خیر الوریٰ کے ناموں سے منظر عام پر آچکے ہیں۔ عبدالرحمان کاشف کی ابتدائی شاعری اگرچہ روایت سے جڑی معلوم ہوتی ہے اور اس میں ایک پختہ گو غزل گو شاعر کے طور پر سامنے آگئے ہیں تاہم نظم بھی ان کا پسندید موضوع رہا ہے۔ ان کی شاعری میں عشق حقیقی اور مجازی کے دونوں پہلو ملتے ہیں۔ راہ عشق میں ہجر و وصال، درد و غم اور بے قدریاں ہر دم موجود رہتی ہیں۔ لہٰذا کاشف کی شاعری میں بھی یہ تمام موضوعات ملتے ہیں۔ ان کی شاعری میں وصال کی بازگشت دور دور تک نہیں سنائی دے رہی بلکہ ہر جگہ رونا دھونا، ہجر اور جدائی کا بین ملتا ہے:

کھٹن　ہوا　ہے　سفر　زیست　کا　بغیر　اس　کے
خدا　کے　واسطے　جانا　اسے　منا　لانا(۴)

عبدالرحمان کاشف نسل نو کے بدلتے رویوں اور جدید دور کے انسانی خود غرضی اور ماحول کی ستم آرائی پر سراپا احتجاج ہیں ۔ جس طرح جدید دور کے ساتھ ساتھ انسانوں میں تبدیلیاں آئی ہیں اور ہر چیز بدلتی نظر آتی ہے۔ اس طرح آج کل کے بچے بھی اب پرانے وقتوں کے بچے نہیں رہے۔ اس حوالے سے کاشف لکھتے ہیں:

زندگی　کس　طرح　بسر　ہو　گی
میرے　بچے　مجھے　سکھاتے　ہیں(۵)

کاشف شاعری کے رموز سے نہ صرف واقفیت رکھتے ہیں بلکہ اس فن کے استاد بھی ہیں۔ لہٰذا عبدالرحمان کاشف کا شمار بھی صوابی کے استاد شعرا میں ہوتا ہے جن کی شاعری نوجوان شعرا کے لیے مشعل راہ سے کم نہیں۔ سلطان فریدی ۱۹۵۵ء کو زروبئ گاوں

(صوابی) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے پشتو شاعری سے شعر کہنے کا آغاز کیا بعد میں اردو کی طرف مائل ہوئے۔ سلطان فریدی ایک اچھے شاعر، کالم نگار اور مترجم ہیں۔ ان کا کلام بیشتر اہم رسائل و اخبارات میں شائع ہوتا رہا۔ وہ رموز شاعری سے گہرے واقفیت رکھتے ہیں۔ انھیں علمِ عروض پر اس قدر قدرت حاصل ہے کہ بقول ظہور احمد اعوان "آپ اڑتے شعر کے پر گن لیتے ہیں" (۶)۔ ان کے تاحال چھ شعری مجموعے آب زم زم، ستاروں سے آگے، جمال مصطفیٰ ﷺ، صدائے دردناک، آزان بلال اور سعادت نامہ ناموں سے منظر عام پر آچکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی ایک ترجمے بھی کیے ہیں۔ جن میں کلیات سائیں کا منظوم پشتو ترجمہ، بیاد صفوت غیور اور ظہور احمد اعوان کے کالموں کے منظوم ترجمے قابل ذکر ہیں۔

سلطان فریدی، علامہ محمد اقبال سے متاثر تھے اور اقبال ہی کی طرح ان کی شاعری کا رنگ بھی اسلامی رہا ہے۔ انھوں نے "صدائے دردناک" میں اقبال کے متعدد اشعار پر غزلیں کہی ہیں۔ صدائے دردناک کے ہر غزل اور نظم کی ابتدا اقبال کے ایک مصرع سے شروع ہوتا ہے اور پھر یوں مکمل غزل یا نظم اسی قافیہ ردیف اور وزن و بحر میں لکھ لیتے ہیں۔ کبھی کبھی حیرت بھی ہوتی ہے کہ اقبال کی سنگلاح زمینوں میں اس قدر اچھی غزلیں اور نظمیں انھوں نے کیسی کہی ہیں؟ اس ضمن میں چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

"عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی"
کہ ہے انسان اپنے آپ اسفل بھی مکرم بھی
نہ ہو مایوس بھی اتنا کہ جان نہ ہو ممکن
جہاں دنیا ہے دکھ دیتی وہاں رکھتی ہے مرہم بھی(۷)

بحیثیت مجموعی دبستان صوابی کے بلند پایہ شعرا میں سلطان فریدی کا نام بھی شامل ہے اور ان کی شاعری توانا فکر میں ملفوف استعارہ ہے۔ اقبال سے گہری دل چسپی کی وجہ سے انھیں "صوابی کا اقبال" بھی کہا جاتا ہے۔ ابراہیم فانی نے غزل اور نظم دونوں میں طبع آزمائی کی آپ ۱۹۵۴ء کو صوابی کے ایک مردم خیز گاوں "زروبی" میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۴ء کو وفات پا گئے۔ انھوں نے مادری زبان پشتو کے علاوہ فارسی، عربی اور اردو میں شاعری کی۔ ان کا اردو کلام "نالہ زار" کے نام سے ۲۰۰۳ء کو منظر عام پر آیا ہے۔ جس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی شاعری کا بنیادی موضوع مذہب ہے۔ تاہم ان کی غزلوں میں بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ فانی ایک حساس اور درد مند دل رکھنے والے اور زندگی کی ہر کیفیت کا ادراک رکھنے کی وجہ سے ان کا کلام غم، دکھ اور درد کی عمدہ مثال ہے ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

دردِ پنہاں کی کہانی خونِ دل سے لکھ گئے
دل کے اسرارِ نہانی خون دل سے لکھ گئے(۸)

ابراہیم فانی غزل اور نظم کے ایک اچھے شاعر ہیں۔ "نالہ زار" میں حمد، نعت اور منقبت کے علاوہ کئی دوسرے نظمیں بابری مسجد، نذر عقیدت، شہادت گاہ بالاکوٹ اور اے محبت کے زمین وغیرہ ملتی ہیں۔ جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے آپ نہ صرف ایک اچھے غزل گو شاعر تھے بلکہ اعلیٰ پائے کے نظم نگار بھی تھے۔ عابد ودود ۱۹۵۲ء کو ادبی سرزمین زروبی گاوں میں پیدا ہوئے۔ آپ جب اسلامیہ کالج میں زیرِ تعلیم تھے تو انھیں اردو کے ممتاز شعرا احمد فراز اور محسن احسان جیسے ادبی ہستیوں سے فیض ملا۔ اور اپنی تخلیقی صلاحیتیں ان کی نگرانی میں پروان چڑھائے۔ اسلامیہ کالج سے فارغ ہونے کے بعد آپ مزید تعلیم کی حصول کے لیے انگلستان چلے گئے اور پھر وہیں کے ہو گئے۔ انھوں نے اردو ادب کو اپنا کلام تین مجموعوں کی شکل میں دیا ہے۔ عابد ودود کی شاعری میں کا اہم حوالہ رومانیت ہے لیکن اس کے علاوہ ہجرت، سماجی رویے، حب الوطنی اور انسانی کیفیات کے علاوہ عزیز تر رشتوں کے بدلتے رویوں سے خوب واقف ہیں۔ ان کے

نزدیک آج کے دور کے انسانوں میں اخلاص کم اور دھوکا دھی، جھوٹ، فریب اور مکاری زیادہ ہے اور ہر چیز میں لوگ سیاست کرتے ہیں، چاہے محبت ہو، دوستی ہو، رشتہ داری ہو یا کاروبار ہو۔ بقول عابد ودود:

زندگی بعد میں آتی ہے قیامت پہلے
اب تو اخلاص میں آتی ہے سیاست پہلے(۹)

عابد ودود نے ایک پٹھان گھرانے میں آنکھ کھلی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے زندگی کا زیادہ تر عرصہ یورپ میں گزارہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ پشتون رسم ورواج، تہذیب وتمدن اور معاشرتی اصولوں سے باخبر ہیں بلکہ اپنی شاعری میں جگہ جگہ ان کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

اس قبیلے سے تعلق ہے مرا اے گلِ نو
حرف آجائے جو عزت پہ تو مر جاتے ہیں (۱۰)

الغرض عابد ودود ستر (۷۰) کی دہائی کے بعد اُبھرنے والے شاعر ہیں۔ لیکن ان کی شاعری اور ادبی قد وقامت ان کی عمر سے کئی دگنا بڑا نظر آتا ہے۔ کلثوم افضل زیدوی ۳ مارچ ۱۹۶۸ء کو صوابی ایک مشہور گاوں "زیدہ" میں پیدا ہوئی اور آج کل مردان میں مقیم ہیں۔ آپ اُردو اور پشتو دونوں زبانوں میں شاعری کرتی ہے۔ انھوں نے پشاور یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کی سند حاصل کی جس کی بنا پر اردو میں شعر کہنے کا ذوق پیدا ہوا۔ کلثوم افضل زیدوی کی تاحال دو پشتو اور تین اردو کے مجموعے منظر عام پر آئے ہیں۔ ان کی شاعری میں انسانی احساسات، معاشرتی پابندیوں اور انسانی بے بسی کے عناصر ملتے ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے انسان رویوں پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اس معاشرے میں ہر جگہ دھوکا اور فریب موجود ہے، لہٰذا زیادہ ٹھوکریں کھانے کی وجہ انھیں انسانی رویوں کی پہچان ہو چکی ہے اس لیے وہ ایک جگہ لکھتی ہیں:

مزید عمر گزاریں گے، نہ بے کار ابھی
رفاقتوں پہ گرینگے نہ اعتبار ابھی(۱۱)

کلثوم افضل زیدوی محبت کی شاعرہ ہے۔ ان کی سوچ کا ہر دھاگا محبت کے مضبوط بندھن میں باندھا ہوا ہے اور ہر طرف محبت کی خوشبو پھیلاتی ہے۔ صوابی کے غزل گو شعرا میں ایک نامور نام فرخ نواز کا بھی ہے۔ آپ ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء کو صوابی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد فوج میں ملازم تھے۔ جہاں ان کا تبادلہ ہوتا تھا یہ لوگ وہی آباد ہوتے اس وجہ سے فرخ کے بچپن کا زیادہ عرصہ راولپنڈی میں گزرا۔ جس کی وجہ سے ان کی زبان میں پختگی آگئی ہے۔ فرخ نواز پشتو میں بھی شاعری کرتے ہے اور اردو میں بھی اپنے فن کا مظارہ کر رہا ہے۔ فرخ نواز نوجوان شاعر ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ "حلقہ ارباب ذوق صوابی" کا قیام عمل میں لانا ہے جو ہنوز جاری ہے۔ ان کے تاحال دو شعری مجموعے "کاش تم سمجھ پاتے" اور "اداس چہرہ اداس آنکھیں" منظر عام آچکے ہیں۔ فرخ کی شاعری سراپا محبت ہے اور وہ ہر سو محبت بانٹنے والے شاعر ہیں۔ عام طور پر دیکھا جائے تو محبت میں تکالیف اور مصیبتیں زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن فرح نواز محبت کو سکون اور آرام کا وسیلہ سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں:

سکون نہ آئے تو فرخ سے پھر گلہ کرنا
ذرا سا دل میں محبت کو پال کر دیکھ(۱۲)

جو لوگ محبت میں وفا کے قاتل ہے اور جابجا انسانیت اور محبت کی تذلیل کرتے ہیں۔ تو یہ چیز فرخ نواز فرخ پر گراگزرتی ہے جس کا اظہار وہ کچھ یوں کرتے ہیں:

التجا میرے زمانے کے خداوں سے یہ ہے
رسم الفت کے تقاضوں کو نبھایا جائے
جو محبت کرے بدنام جہاں میں فرح
خون اس شخص کا راہوں میں بہایا جائے(۱۳)

فرخ نواز فرخ کی شاعری ہر دل کی آواز معلوم ہوتی نظر آتی ہے۔ ان کی آواز میں سر، مستی اور مسرت موجود ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ کے لاتی ہیں۔ گل درازئید زروبی گاوں میں ۱۹۸۲ء کو پیدا ہوئے تھے جہاں پر انھیں شعری ماحول موثر آیا۔ کیوں کہ ادب کے حوالے سے گاوں زروبی نہایت ہی زرخیز ہے اسی مٹی نے بہت ہی قابل قدر شعرا پیدا کیے ہیں۔ جن میں ابراہیم فانی، سلطان فریدی، عابد ودود جیسے شعرا شامل ہیں انہی شعرا سے کسب فیض حاصل کرنے کے بعد گل درازرئید بھی ایک اچھے شاعر کے طور پر سامنے آگئے ہیں لیکن زندگی نے وفانہ کی اور موت نے ان کے ہاتھ سے قلم چھین لیا اور صرف ۳۳سال کی عمر میں موٹر کار حادثے میں وفات پا گئے۔

گل درازرئید کے چار مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان مجموعوں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی شاعری کا اہم موضوع دکھ درد ہے۔ کسی بھی تخلیقی ذہن کے پیچھے کوئی واقعہ ضرور ہوتا ہے جو انھیں لکھنے پر مجبور کرتا ہے۔ زندگی دکھوں کا مجموعہ ہے لیکن بعض واقعے اتنے سنگین ہوتے ہیں۔ کہ دلوں کو چیر لیتے ہے ایسا ہی ایک واقعہ گل دارز رئید کے ہاں پیش آیا کہ ان کی بہن ایک حادثے میں شہید ہوئی تھی جس نے انھیں دکھوں کا شاعر بنادیا۔ ان کی ابتدائی شاعری میں عشق و محبت کے قصے ملتے ہیں۔ لیکن اسی حادثے کے بعد ان کے چہرے کی ہنسی اور مسکراہٹ کی جگہ آنسو اور آہوں نے لے لیا۔ بہن کی رحلت کے بعد گل دراز کی شاعری کا دائرہ محدود ہوا اور ان کی شاعری ان کی بہن کے گرد گھومنے لگ گئی۔ اپنی بہن سے شدید محبت اور اس کے بچھڑنے کے بعد حالت زار کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

تجھے جب یاد کرتا ہوں مرا دل خون روتا ہے
میں جب بھی آہ بھرتا ہوں مرا دل خون روتا ہے
بد دعائیں کسی کی ہم کو لگی ہیں شاید
گلشنِ زیست میں پت جھڑ کے رُت ہی ٹھہرے ہیں(۱۴)

گل درازرئید کا شمار بھی صوابی کے اچھے شعرا میں ہوتا ہے اگر موت انھیں اپنی آغوش میں نہ لیتے تو وہ بہت کچھ لکھ سکتے تھے لیکن پھر بھی انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اچھا لکھا ہے۔ حاصل بحث یہ کہ صوابی میں بھی اردو شاعری کی ایک مستند اور فعال روایت موجود ہے۔ اور انہی شعرا کی شہرت نہ صرف علاقائی سطح پر ہے بلکہ ملکی سطح پر بھی ان عظمت کا اعتراف کئی حوالوں سے ہو چکا ہے درج بالا شعرا کے علاوہ بھی بہت سارے شعرا صوابی میں اپنے فن کا لوہا منوا رہے ہے جن میں ڈاکٹر سید زبیر شاہ، ڈاکٹر سبحان، ڈاکٹر ولی محمد، ڈاکٹر محمد رحمان، فایون شمس، اسد گدون، ظاہر شاہ ظاہر اور احمد بہار کے نام شامل ہیں۔

ضلع صوابی میں اردو نثر کی روایت اپنے موضوعات کے حوالے سے انفرادیت کے حامل ہیں۔ موضوعات میں تنوع پایا جاتا ہے، مصنفین میں افسانوی اور غیر افسانوی نثر کے لکھاری موجود ہیں۔ معاصر علمی، فکری اورادبی رجحانات کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا گیا ہے۔ یہاں کے لکھاریوں نے ہر مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ یہاں افسانوی ادب پر کم لکھا گیا ہے مگر جو کچھ لکھا گیا ہے اپنی انفرادیت قائم رکھنے کے لیے کافی ہے۔ یہاں پر شمیم فاروقی نے "ہر جائی" کے عنوان سے ناول لکھ کر افسانوی ادب کی بنیاد رکھی جو تاحال صوابی کے اولین اور آخری ناول شمار ہوتا ہے۔ جہاں تک افسانہ نگاری کی بات ہے تو یہاں کے افسانہ نگاروں کے افسانوں کا موضوع نائن الیون کے بعد پاکستانی معاشرہ اور خصوصاً پختون قوم کے متاثرین ہیں، جو کہ نائن الیون سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ ضلع کے حساس لکھاریوں کے ہاں اس کرب کو شدید انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں کے نامور افسانہ نگاروں میں ڈاکٹر سید زبیر شاہ، ڈاکٹر صباخان اور نیاز محمود شامل ہیں۔ ان لکھاریوں نے پختون قوم کی ثقافت، کلچر، اور روایتی اقدار کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا ہے۔ اس کے علاوہ دہشت گردی، غربت، طبقاتی نظام سے پیدا ہونے والے عوامل معاشرے کو دکھایا گیا ہے۔

ضلع صوابی کا لکھاری جو کہ معاشرے کا حساس طبقہ ہوتا ہے، اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر ہو کر ان حالات کا روزنامچہ لکھتا ہے، کو اپنے اردگرد کے حالات کا غیر جانبداری سے تجزیہ کرتا ہے۔ ادیب صرف گزرے ہوئے حالات وواقعات کا بیان نہیں کرتا بلکہ آنے والے حالات کی پیشن گوئی کرتا ہے۔ ممکنات کی بات کرتا ہے اس طرح دیکھا جائے تو صوابی کے لکھاری معاصر فکری رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ضلع صوابی علمی اور ادبی حلقوں میں صحت مند روایات کا امین ہے۔ اس خطے کے لوگ کتاب دوستی پر یقین رکھتے ہیں ۔فکری حوالے سے یہ صحت مند ادبی روایت کی ترجمانی کرتا ہے۔ ضلع کے شعرا اور ادبا عصری شعور کا ادراک رکھتے ہیں۔ جن کی تحریروں میں فکری رجحانات کی عکاسی دیکھنے کے ساتھ ساتھ غریب پسماندہ علاقوں کے مسائل کی نشاندہی ملتی ہے۔ یوں تو اس خطے کے مصنفین میں مشترکہ موضوع حریت پسندی کا نمایاں ہے۔ اس لیے یہاں کے لکھاریوں کی تحریروں میں سماجی جبر اور سماجی کٹھن زدہ ماحول کے خلاف آواز ملتی ہے۔

ضلع صوابی کے لکھاریوں میں عورت دشمنی کے خلاف ایک بھرپور آواز دیکھنے کو ملتی ہے اور عورت بیداری کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ملک بھر میں غیر انسانی رویوں کی مذمت کا اظہار دیکھنے کو ملتا ہے۔ صوابی کے شعرا جمہوری اقدار کے بقا کے قائل ہیں۔ جبکہ دیگر ناول نگاروں اور افسانہ نویسوں کے ہاں جو مشترکہ موضوعات ملتے ہیں ان میں انسان دوستی، کتاب دوستی، سماجی ناہمواریت، کے خلاف مربوط احتجاج اور کے ساتھ ساتھ عورت دشمن عناصر کے خلاف تحریری طور پر احتجاج ملتا ہے۔ یوں انہی لکھاریوں نے صوابی کے افسانوی ادب کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ صوابی میں افسانوی ادب کے مقابلے میں غیر افسانوی ادب پر زیادہ کام ہوا ہے۔ جس میں ترجمہ نگاری، انشائیہ نگاری، تذکرہ نگاری، سوانح نگاری، تاریخ نویسی، اور کالم نگاری شامل ہیں۔ ان تمام اصناف میں تاریخ نگاری اور ترجمہ نگاری پر شاعری کے بعد زیادہ کام ہوا ہے۔ لیکن یہاں کے مورخین نے ادبی تاریخ کو مرتب نہیں کیا بلکہ کسی علاقے یا قوم و وطن کی تاریخ کو قلم بند کیا ہے۔ صوابی کے نامور ترجمہ نگاروں میں سید طاہر شاہ بخاری کا نام سرفہرست ہے۔ جنھوں نے پشتو کے معروف شاعر حمزہ شنواری کے اہم تصانیف ملفوظات حمزہ بابا اور تسخیر کائنات وغیرہ کو اردو قالب میں ڈال کر ترجمہ نگاری میں اپنا ایک الگ مقام پیدا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سلطان فریدی نے بھی اردو ترجمہ نگاری میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ ان کی شخصیت کا معروف حوالہ شاعری اور علم عروض ہے۔ مگر چند اہم تحریروں کو اردو قالب میں ڈال کر ترجمہ نگاری میں بھی اپنے فن کے

جوہر دکھائے ہیں۔ ساتھ ساتھ ان کی اہلیہ زینت سلطانہ نے بھی پشتو کے معروف افسانہ نویس ڈاکٹر سردار جمال اور امیر عثمان کے افسانوں کو اردو میں ترجمہ کرکے افسانوی ادب میں مزید اضافہ کیا ہے۔

یہاں کے نامور مورخین میں پروفیسر روشن خان، پروفیسر جمیل یوسف زئی، نورالامین یوسف زئی اور ڈاکٹر ضیاءاللہ جدون شامل ہیں۔ روشن خان کی ایک تاریخی کتاب "تذکرہ پٹھان" منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب کے اب تک متعدد ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ اس کے علاوہ پروفیسر جمیل یوسف زئی کے کتابیں یوسف زئی کے قبائل، پشتون ایرانی نژاد اور تاریخ دیر کے ناموں سے کئی ایک تاریخی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جبکہ نوجوان قلم کار ڈاکٹر ضیاء جدون نے کئی تاریخی کتب لکھ کر کئی علاقوں اور قوموں کی تاریخ کو متعین کیا ہے۔ جن میں تاریخ وادی گدون، تاریخ صوابی اور تاریخِ مردان زیادہ مشہور ہے۔ اس کے علاوہ سفر نامہ نگاری، تذکرہ نگاری اور سوانحی عمری میں بھی طبع آزمائی ہو چکی ہے۔

الغرض صوابی میں اردو شعری روایت اگرچہ مضبوط ہے لیکن نثر میں بھی اس خطے کے لکھاری کسی سے پیچھے نہیں۔ یہاں کے قلم کار آج بھی حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں کہ ادب کو کچھ نیا دے۔ مقامی کالجوں سے وقتاً فوقتاً رسالے شائع ہو رہے ہے۔ جو نوجوان لکھاریوں کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔ الغرض صوابی میں اردو شعری ونثری سرمایہ کثیر تعداد میں موجود ہے جو قارئین ادب اور محققین کی راہ تک رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ واجد شاہ آزاد، رزم تنہائی، آرٹ پوائنٹ، پشاور، س ن، ص:۵۰

۲۔ ایضاً، ص:۶۱

۳۔ شیر افضل افضل، سادہ بادوینا، بریخنا گرافکس، شیواڈہ، صوابی، ۲۰۰۵ء، ص:۲۱

۴۔ عبدالرحمان کاشف، خیر الوریٰ، فرہاد پبلی کیشنز، راولپنڈی ۲۰۲۲ء، ص:۳۲

۵۔ ایضاً، ص:۴۳

۶۔ سلطان فریدی، ستاروں سے آگے، آذانِ سحر پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۶ء، ص:۸

۷۔ ایضاً، ص:۴۴

۸۔ ابراہیم فانی، نالہ زار، موئتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، ۲۰۰۳ء ص:۲۵

۹۔ عابد ودود، اور سویرا نہ ہوا، ملٹی میڈیا فیز، لاہور ۲۰۰۹ء، ص:۳۴

۱۰۔ ایضاً، ص:۵۴

۱۱۔ کلثوم افضل زیدوی، عجیب محبت، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب غزنی سٹریٹ لاہور، ۲۰۱۲ء، ص:۵۱

۱۲۔ فرخ نواز فرخ، کاش تم سمجھ پاتے، البرکہ پرنٹرز لاہور، ۲۰۱۶ء، ص:۷۶

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۱۰

۱۴۔ گل دراز رئید، تم کس کے ہو، رحمن پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ زون پشاور، ۲۰۱۲ء، ص:۲۹

References in Roman Script:

1. Wajid shah azad , Razm Tanhai , Art point ,Peshawar, year, p 21

2. Ibid, p 61
3. Sher Afzal Afzal , Saada Bada Weena , Breekhna Graphics , Shewa adda, Swabi , 2005, p 21
4. Abdur Rahman Kashif , Khari ul Wara , Farhad Publications , Rawalpindi ,2022, p 32
5. Ibid, p 43
6. Sultan Faridi , Sitaroo Say Aage , Azan e Sehar , Publications Lahore , 2006, p 18
7. Ibid, p 44
8. Ibrahim Fani ,Nala e Zar , Montamir Al Musannifeen Dar ul Uloom Haqqania Akora Khattak, Nowshera , 2003, p25
9. Abid wadood , Aur Savera na Hawa , Multimedia Fair, Lahore 2009, p 34
10. Ibid, p54
11. Kulsoom Afzal Zaidvi , Ajeeb Mohabbat , Al Faisal Nashiran o Tajiran kutub ghazni street Lahore, 2012 , p 51
12. Farukh Nawaz farukh ,Kash tom Samajh Paate, Al Burak Printers Lahor 2016 , p 76
13. Ibid, p110
14. Gul Daraz Raeed , Tum Kis Ke Kho , Rahman Printing and Publishing Zone Peshawar, 2012, p 29